عزاداری کیوں؟

قیام و عزائے امام حسین کے حقیقی اہداف کی پہچان

ظالم و بے دین اور عادل و دیندار عزاداروں کی حقیقی پہچان

القرآن الکریم

ظلم و باطل اور عدل و حق کی حقیقی پہچان

سید علی شرف الدین موسوی علی آبادی

دار الثقافة الاسلامیة پاکستان

حسن علی سحر کی مد

عزاداری کیوں؟

سید علی شرف الدین موسوی علی آبادی

حسن علی بک ڈپو
بڑا امام بارگاہ کھارادر
کراچی پوسٹ کوڈ 74000 فون 2433055
E-mail: hassanalibookdepot@yahoo.com

یکے از مطبوعات
دار الثقافة الاسلامية پاکستان
۲-بی - ۵/۴ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

વકફ

આ કિતાબ હાજી મહંમદઅલી ભાઈ અલીભાઈ સુંદરજી "સોમાસોક" તનનારીવ માડાગાસ્કરવાળા તરફથી તેમના મરહુમ સગાવહાલાઓની રૂહોના સવાબ અર્થે વકફ કરવામાં આવેલ છે.

-લાભ લેનાર ભાઈ - બહેનો મરહુમોની અરવાહોના સવાબ અર્થે એક સુરએ ફાતેહા પઢી બક્ષી આપે એવી નમ્ર અરજ છે.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ----------------------- عزاداری کیوں؟
تالیف ----------------------- سید علی شرف الدین موسوی علی آبادی
کتابت ----------------------- سید جعفر صادق
ناشر ----------------------- دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان
طبع اول ----------------------- محرم الحرام ۱۴۱۱ ہجری قمری
طبع دوم ----------------------- ذی الحجہ ۱۴۱۲ ہجری قمری
طبع سوم ----------------------- شعبان ۱۴۱۴ ہجری قمری
طبع چہارم ----------------------- محرم الحرام ۱۴۱۷ ہجری قمری
طبع پنجم ----------------------- محرم الحرام ۱۴۲۵ ہجری قمری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

انسان کی حیاتِ دنیوی اور حیاتِ اُخروی، دونوں کی کامیابی و کامرانی رہبریتِ صالح پر موقوف ہے۔

قید و بند، غلامی و اسارت، جہل اور ظلم اور بھوک و خوف سے انسانیت کی نجات صرف اور صرف رہبرِ صالح کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ تشیع میں ہمیشہ روزِ غدیر کو خوشی و شادمانی اور جشن و مسرت کے دن کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

غدیر کے روز، سرور و شادمانی کا اظہار اس لیے کیا جاتا ہے، مسرت و عید اس لیے منائی جاتی ہے کہ اس روز خداوندِ عالم کی جانب سے تا قیامِ قیامت ایک رہبرِ صالح کا تقرر عمل میں آیا تھا۔

اس کے برخلاف غم و اندوہ اور حزن و ملال سے عبارت عاشور جیسا کوئی

دن نہیں کیونکہ اس روز تیس ۳۰ ہزار کلمہ گویوں نے اس رہبرِ صالح وشائستہ کو کہ جس کی رہبریت کا اعلان روزِ غدیر کیا گیا تھا نہایت بے دردی کے ساتھ یکہ وتنہا بھوکا و پیاسا شہید کر ڈالا۔ اور مسلمانوں پر فاسق وفاجر قیادت مسلط کردی گئی۔

لہٰذا روزِ عاشور اور روزِ غدیر ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ اس روز صالح امین اور لائق وشائستہ قائدین کی نصرت وحمایت کا اعلان کیا جائے۔ ان کی قیادت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جدوجہد کا عزم کیا جائے۔

اور

فاسق وفاجر اور ظالم وجابر قائدین سے نفرت وبیزاری کا اظہار اور ان کے خلاف اعلانِ جہاد کیا جائے۔

کتاب ہٰذا میں ان کلمات وارشادات کا تجزیہ وتحلیل کیا گیا ہے جن میں ائمہ علیہم السلام نے عزاداری کے مقصد وغایت اور سمت وجہت کو بیان کیا ہے۔

عزاداریٔ امام حسینؑ

احیاءِ امرِ ائمہؑ ہے

ہر سال جیسے ہی محرم کا چاند افق پر طلوع ہوتا ہے دنیا کے گوشہ وکنار میں فرزندِ رسولؐ کا غم منانے اور ان کی یاد تازہ کرنے کے لیے مسلمانانِ عالم اپنے اپنے رسم ورواج کے مطابق تیاریاں شروع کردیتے ہیں۔

عزاداریٔ امامِ مظلومؑ کا یہ سلسلہ ۱۴ سو سال سے جاری ہے۔ لیکن ایک سوال، چاہے وہ عزاداری کے حامی ہوں یا مخالف۔ ہر ذہن میں اور ہر محفل میں اٹھتا ہے کہ:

عزاداری کا یہ لامتناہی سلسلہ، یہ بلند وبالا سیاہ پرچم، یہ گریہ وفغاں، یہ آہ وبکا۔ کس لیے ہے ــــــ؟

اور اس کا مقصد کیا ہے ــــــ؟

اور یہ سلسلہ آخر کب تک جاری رہے گا ــــ؟

اس سوال کا جواب ہر شخص ـــــ چاہے وہ بانیٔ عزا ہو یا مقرر اور خطیبوں کا گروہ ، اپنی اپنی فکری سطح کے مطابق مختلف انداز میں دینے اور ذہنوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔

کوئی کہتا ہے کہ یہ سیاہ پرچم اور مجالس حزن و غم ہمیں اپنے آبا و اجداد سے ورثے میں ملے ہیں اور ہمیں بہر حال اسے جاری رکھنا ہے ۔

کوئی کہتا ہے کہ ہم عاصی اور گناہ گار ہیں اور اطاعتِ خداوندی بجا لانے کی استطاعت اور توفیق تو ہم نہیں رکھتے اس لیے ہم اپنے گناہوں کو اپنے آنسوؤں سے ہی دھو لیتے ہیں ۔

اور کوئی اس راہ میں کیے گئے اپنے مالی اخراجات کو اپنے گناہوں کا فدیہ قرار دیتا ہے ۔

یہاں تک کہ بعض افراد تو غلط اور ناجائز ذرائع سے پیسہ کما کر اور اسے عزاداری میں خرچ کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنا باقی مال و جائیداد حلال کر لیا ہے ۔

جب کہ کچھ لوگوں کا مقصد اس عزاداری کے توسل سے اپنے کسب و کاروبار میں برکت اور رزق میں وسعت حاصل کرنا ہے ۔

بہر حال اپنی اپنی فکری سطح کے مطابق اس عزاداری کے بارے میں مختلف جوابات دیے جاتے ہیں ۔

لیکن عزاداریٔ امامِ مظلوم ؑ کا فلسفہ اور اصل ہدف کیا ہے یہ جاننے کے لیے ضروری ہے کہ اس سلسلے میں خود ائمۂ اطہار ؑ کی جانب رجوع کیا جائے کیونکہ انصاف کا تقاضہ بھی یہی ہے اور خود شیعیت کا طرۂ امتیاز بھی یہی ہونا چاہیے کہ ہمارے اعمال و افعال گفتار و کردار خود ہماری پسند اور رائے

کے تابع ہونے کی بجائے ائمۂ اطہار علیہم السلام کے احکام اور فرامین کے تابع ہوں ۔ لہٰذا ہماری عزاداری کے مقاصد اور اصل ہدف کو بھی نصِ ائمۂ اطہار ؑ اور ان کی ہدایت کے تابع ہونا چاہیے ۔

یہ عزاداری جو ہم برپا کرتے ہیں تو صرف اور صرف اس لیے کہ یہ معصوم ؑ کا فرمان ہے ۔ ہمارے ائمۂ اطہار ؑ نے ان مجالسِ عزا کو برپا کرنے اور نظم و نثر کے ذریعے ان مجالسِ عزا کو رونق دینے کی ہمیں تاکید فرمائی ہے ۔ اور ان ہی کے فرمان اور ہدایت کے تحت ہم نے اس عزاداری کو اب تک باقی رکھا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ باقی رکھیں گے ۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ائمۂ اطہار ؑ نے ہمیں جب اس عزاداری کو قائم اور برپا کرنے کی دعوت دی تو کیا معاذ اللہ انھوں نے اس عزاداری کے رُخ اور اس کے سمت و جہت کو ہمارے سامنے پیش نہیں کیا ۔ ؟

یا پھر کیا انھوں ؑ نے ہمیں صرف مصائبِ اہلِ بیت ؑ بیان کر لینے اور ان کے غم میں چند آنسو بہا لینے پر ہی اکتفا کر لینے کی تلقین کی ہے ـــــ ؟

نہیں ! ہرگز نہیں !

عزاداریٔ امام حسین ؑ کس انداز سے ہو اور اس کا رُخ اور سمت و جہت کیا ہو ۔ اس مسئلہ کو ہمارے ائمہ علیہم السلام نے ہرگز نظر انداز نہیں کیا ۔

اس سلسلے میں امام صادق اور امام رضا علیہما السلام کی دو[۲] روایات ہم یہاں پیش کرتے ہیں :

" قال ابو عبداللہ (الصادق)

علیہ السّلام لفضیل بن یسارؒ

اتجلسون و تتحدثون ــــ؟

قال نعم ۔ جعلت فداك ۔

قال علیہ السّلام ۔ ان تلك

المجالس احبها ۔ فأحیوا امرنا،

فرحم اللہ من احیا امرنا ۔"

(المجالس الفاخرۃ ۔ ماتم العترۃ الطاہرۃ ص ۲۴۰)

۔ امام جعفر صادقؑ نے فضیل ابن یسار سے پوچھا :

" اے فضیل کیا تم لوگ ہمارے جدّ بزرگوار امام
حسینؑ کی مصیبت پر مجالس منعقد کرتے ہو اور ان
کی مصیبت کا ذکر کرتے ہو ؟ "

فضیل نے جواب دیا :

" ہاں مولا ! ہماری جانیں آپؑ پر فدا ہوں ۔ ہم
ایسی مجالس برپا کرتے ہیں ۔"

امامؑ نے فرمایا :

" ہم ان مجالس سے محبت کرتے ہیں ، ہمارے امر
کو زندہ کرو ۔ خدا اس شخص پر رحم فرمائے جو

ہمارے امر کو زندہ کرے ۔"

علی ابن بابویہ قمی نے امام رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ
آپؑ نے فرمایا :

" من تذکر مصابنا وبکی لما

ارتکب منا کان معنا فی درجاتنا

یوم القیامۃ ، ومن ذکر بمصابنا

فبکی وابکی لم تبك عینہ

یوم تبکی العیون ، ومن جلس

مجلسا یحی فیہ امرنا لم یمت

قلبہ یوم تموت القلوب "

(نقل از نفس المہموم ص ۔ ۴۰)

(نقل از مجالس فاخرہ
سید عبد الحسین شرف الدین ۔ ص ۲۰)

امام رضاؑ فرماتے ہیں :

" جو ہماری مصیبت کا ذکر کرے گا اور ہمارے
مصائب پر روئے گا وہ روز محشر ہمارے ساتھ
ہمارے ہی درجہ میں ہوگا ۔ ہماری مصیبت پر
جس کی آنکھیں روئیں گی ، اس کی آنکھیں

قیامت کے دن ، کہ جب ہر آنکھ روتی ہوگی،
نہیں روئیں گی۔ اور جو شخص کسی ایسی مجلس میں
بیٹھے گا کہ جہاں ہمارے امر کا احیار ہوتا
ہو تو اس کا دل روز قیامت زندہ ہوگا
جبکہ اس روز ہر دل مُردہ ہوگا۔"

ان دو روایات سے واضح ہوا کہ ہر دو ائمہ معصومین علیہما السلام نے عزاداری کو امر ائمہؑ کے احیار کرنے سے تعبیر فرمایا ہے اور عزاداری کو انؑ کے اُمر کو زندہ کرنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ تم ایسی مجالس عزا برپا کرو۔ یقیناً ہم ایسی مجالس کو پسند کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارے امر کا احیار ہے۔

اب اگر کسی عزاداری کی سمت وجہت، خدانخواستہ احیار امر ائمہؑ کی طرف نہ ہو تو ایسی عزاداری کم از کم ائمہ علیہم السلام کی مورد پسند تو ہرگز نہیں ہوگی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ امرِ ائمہؑ ہے کیا کہ جو محتاج احیار ہے ——————؟

وہ کون سا امر ہے کہ جس کے احیار میں ہماری یہ عزاداری ممد و معاون ہے اور جس کو امام رضا علیہ السلام اپنی مدد و نصرت کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپؑ دعبل خزاعی سے فرماتے ہیں :

"تم ہمارے مداح اور ناصر و مددگار ہو۔ امام
حسینؑ کی مصیبت پر مرثیہ کہو اور جہاں

تک ہو سکے ہماری مدد اور نصرت میں کوتاہی
نہ کرو۔"

(مجالس السنیہ ج ۱۔ ص ۔ ۳۸۔ السید محسن الامین)

امامؑ کے اس جملے سے معلوم ہوا کہ یہ عزاداری، یہ امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر مرثیہ کہنا، ائمہؑ کے مقصد کے حصول کی راہ میں ان کی مدد اور نصرت کا سبب ہے۔

ان دونوں روایات میں عزائے امام حسینؑ برپا کرنے کو معصومؑ نے اپنے اُمر کو احیار کرنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ اس لیے ہم ان دونوں لفظوں " احیار " ——— اور ——— " امر " کے معنی اور مفہوم کو بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں :

"احیار" کے کیا معنی ہیں؟

لغت میں "احیار" کے معنی "زندہ کرنا" ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں بھی ارشاد ہوا ہے :

"وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ"

(سورۃ البقرۃ ۲۔ آیت ۲۸)

اس کے علاوہ "احیار" کے معنی "ابقیٰ" (یعنی باقی اور زندہ رکھنا) بھی ہیں جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا :

"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ"

(سورۃ البقرۃ ۔ آیت : ۱۷۹)

بہر حال ان دونوں معنوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ "امر" کہ جس کے "احیاء" کے لیے ائمہؑ نے تاکید فرمائی ہے وہ یا تو مردہ ہو چکا ہے اور ائمہؑ اسے زندہ کرنا چاہتے ہیں یا پھر ائمہ علیہم السلام کو یہ خطرہ ہے کہ کہیں وہ 'امر' مردہ نہ ہو جائے۔ اس لیے ائمہؑ اسے باقی اور زندہ رکھنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

"امر" سے کیا مراد ہے ؟

یوں تو "امر" بہت سے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن قرآن کریم کی جن آیات اور رسول اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی جن روایات کو ہم اپنی دلیل میں پیش کر رہے ہیں ان میں موقع و محل اور سیاق و سباق کے اعتبار سے اس لفظ سے مراد حکومت و قیادت ہی ہیں۔

یہ سمجھنے کے لیے کہ "امر" سے کیا مراد ہے ہمیں آیاتِ قرآنی، روایاتِ فرموداتِ معصومینؑ، صحابہ و تابعین کے کلمات اور علماء و عرفِ مسلمین سے استفادہ کرنا چاہیے۔

ذیل میں ہم آغاز دعوتِ پیغمبر اکرمؐ سے لے کر آخری دور تک بہت سے مواقع پر اس لفظِ "امر" سے جو مفہوم اور مراد لیا گیا اس کی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ خود قرآن حکیم میں بہت سی جگہ اپنے موقع و محل کے اعتبار سے اس لفظ سے کیا مراد لی گئی ہے :

سیرتِ ابن ہشام اور تاریخ طبری میں وارد ہے کہ پیغمبر اکرمؐ آغازِ دعوت میں حج کے موقع پر قبائلِ عرب کے پاس جاتے تھے اور انھیں بتاتے تھے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا نبیؐ ہوں اور انھیں دعوت دیتے تھے کہ وہ خدا

کی وحدانیت کو مانیں اور ان (حضرت محمدؐ) کی نبوت کی تصدیق کریں اور ان کے دشمنوں اور مخالفین کے مقابلہ میں ان کا دفاع کریں تاکہ جس غرض اور مقصد سے خداوندِ عالم نے آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے اس پیغامِ الٰہی کو وہ لوگوں تک بخوبی پہنچا سکیں۔

ایک دن اسی سلسلہ میں حج کے موقع پر قوم بنی عامر بن صعصعہ کے پاس گئے اور انھیں خدا کی طرف دعوت دی اور اپنی نبوت کا اظہار فرمایا۔ آپ کی دعوت کے جواب میں ان میں سے ایک شخص بحیرہ بن فراس نے کہا کہ اگر ہم اس جوان قریشی (محمدؐ) کا ساتھ دیں تو اس کے ذریعہ سے ہم پورے عرب پر حکومت کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ رسولِ اکرمؐ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ :

"أرایت ان نحن تابعناك
علی امرك ثمّ اظهرك
الله علی من خالفك ایکونَ
لنا الأمرُ من بعدك ؟"

قال :

"الامر الی الله یضعه حیث
یشاء"

قال له :

"افتهدف نحورنا للعرب دونك
فاذا اظهرك الله كان الامر
لغيرنا ؟!! لاحاجته لنا
بامرك."

(نقل از معالم المدرستین ص: ۹۶)

بحیرہ بن فراس نے کہا کہ:

"اگر ہم آپؐ کی اطاعت کریں اور اللہ آپ کو آپ کے دشمنوں پر غلبہ عطا کرے تو کیا آپ کے بعد "امر" (حکومت) ہمارے لیے ہوگا۔"

آپ نے جواب دیا کہ:

"حکومت خدا کے لیے ہے وہ جہاں چاہے اسے قرار دے۔"

تو بحیرہ نے کہا کہ:

"آپؐ کے دفاع میں گردنیں ہم اپنی کٹوائیں اور جب اللہ آپ کو غلبہ عطا کر دے تو "امر" (حکومت) دوسروں کے لیے ہو۔"

پیغمبر اکرمؐ نے حوذہ بن علی الحنفی کو خط لکھ کر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے آپؐ کے خط کا جواب یوں دیا:

"جس چیز کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں

وہ کتنی حسین و جمیل ہے۔ میں بھی اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں۔ عرب میرے مقام کو جانتے ہیں اور مجھ سے ڈرتے ہیں لیکن اگر آپ اس "امر" (حکومت) کا کچھ حصہ مجھے دیں تو میں آپ کی اطاعت کروں گا۔"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جواب دیا کہ:

"اگر وہ کسی بنجر زمین پر بھی حکومت کا مطالبہ کرے تو میں اسے نہیں دوں گا۔"

(نقل از معالم المدرستین۔ ص: ۹۶)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ عرب کے دور جاہلیت میں حوذہ بن علی الحنفی جیسے لوگ بھی "امر" سے مراد حکومت اور سیادت لیتے تھے اور خود پیغمبر ختمی مرتبت کی بھی امر سے مراد حکومت اور سیادت ہے۔ جیسا کہ علی الحنفی کے خط کے جواب میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ "میں اسے ایک بنجر زمین پر بھی حکومت نہیں دوں گا۔"

عرف عام میں بھی مسلمانوں کے یہاں "امر" سے مراد حکومت ہی لیے جاتے رہے ہیں۔

چنانچہ سقیفہ میں سعد بن عبادہ انصار سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ:

"استبدوا بهذا الامر دون الناس"

(نقل از معالم المدرستین ص: ۹۷)

"اس "امر" (حکومت) پر تم خود مسلط ہو

جاؤ اور دوسروں کو موقع مت دو۔"

تو لوگوں نے جواب دیا کہ:

"ہم اس "امر" (حکومت) کو آپ کو دیتے ہیں۔"

حضرت ابوبکر احتجاج کرتے ہوئے انصار سے کہتے ہیں کہ:

"یہ "امر" (خلافت) صرف قریش کے لیے ہے اور پیغمبر اکرمؐ کے بعد قریش اس "امر" (خلافت) کے زیادہ حقدار ہیں۔"

(نقل از معالم المدرستین۔ ص: ۹۷)

حباب بن منذر جو انصار میں سے تھے سقیفہ میں کہتے ہیں کہ:

"خدا کی قسم تم اس "امر" (خلافت) کے زیادہ مستحق ہو۔"

(نقل از معالم المدرستین ص: ۹۷)

دعوتِ ذوالعشیرۃ کے دن قریش سے خطاب کرتے ہوئے پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں کہ:

"تم میں سے جو اس "امر" میں میری مدد کرے گا وہی میرا بھائی ہے اور میرے بعد میرا وصی اور خلیفہ ہے۔"

اس کے جواب میں علیؑ نے اٹھ کر جب اس دعوت کو قبول کیا تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ:

"یہ میرا بھائی ہے اور میرے بعد میرا وصی اور

خلیفہ۔ تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔"

اس پر قوم نے طنز کرتے ہوئے حضرت ابوطالب سے کہا کہ:

"لو دیکھو! پیغمبرؐ تمہیں اپنے بیٹے کی اطاعت کا حکم دے رہے ہیں۔"

(سیرت مصطفیٰ ہاشم معروف۔ ص: ۱۲۹)

اس گفتگو سے بھی "امر" سے مراد حکومت و قیادت ہی نکلتے ہیں کیونکہ نبی اکرمؐ کے بعد جانشین و وصی کے حوالے سے جو تصور مسلمانوں کے ذہنوں میں قائم ہے وہ خلافت و قیادت ہی کا تصور ہے۔

یہاں پیغمبر اکرمؐ جس دعوت اور مشن کے لیے مدد طلب کر رہے ہیں اس کے لیے لفظ "امر" استعمال فرما رہے ہیں۔ ابتدائے بعثتِ پیغمبرؐ میں حکومتِ اسلامی کا اگرچہ کوئی وجود نہیں تھا لیکن آپؐ کی دعوت اور آپؐ کے مشن کا ھدف، حکومتِ الٰہیہ کو قائم کرنا تھا اس لیے آپ فرماتے ہیں کہ اس "امر" (حکومت) کو قائم کرنے میں جو میری مدد کرے گا وہی میرے بعد میرا وصی اور خلیفہ ہے۔

یہاں "امر" سے مراد "امرِ حکومت" ہے۔ چنانچہ جب علیؑ نے اٹھ کر اس مشن میں آپؐ کی نصرت کا وعدہ فرمایا تو آپؐ نے کہا کہ میرے بعد میرا بھائی علیؑ اس "امرِ حکومت" میں میرا وصی اور خلیفہ ہے۔

اس "امرِ حکومت" کی جانشینی کے اعلان کو آپؐ نے صرف دعوتِ ذوالعشیرۃ کے موقع ہی پر موقوف نہیں کیا بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر آپ اس کا اعادہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ غدیرِ خم کے موقع پر جب لاکھوں افراد کے مجمع سے آپؐ نے ان کے نفوس پر اپنے اولیٰ بالتصرف

ہونے کا اقرار لے لیا تو آپؐ نے فرمایا کہ:

"مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ"

افسوس کہ امتِ اسلامی کے سامنے اس حدیث کی متعدد غلط تاویلات پیش کی گئیں اور حضرت علیؑ اور اہلبیت رسولؐ کو خلافت و سیادتِ امت کے منصب سے دور کر دیا گیا۔

لیکن اس سے بھی زیادہ قابلِ افسوس اور لائقِ ماتم بات یہ ہے کہ خود اس حدیث پر ایمان رکھنے والے اور اس حدیث سے خلافت امیرالمومنینؑ پر استدلال کرنے والے بھی، سازشوں کا شکار ہوگئے اور انھوں نے بھی اس حدیث کو فقط جناب امیرؑ کی فضیلت کے باب میں جگہ دی اور واقعہ غدیر کو صرف ماضی کی ایک داستان تک محدود کر دیا۔ جس کی بنا پر اہلبیت رسولؐ طول تاریخ میں بھی اور عصرِ حاضر میں بھی امتِ اسلامی کی اجتماعی و سیاسی قیادت و خلافت سے محروم رہے۔ بنا بریں مسلمانانِ عالم حقیقی اسلامی حکومت کے ثمرات سے محروم رہے۔

اب اس لفظ "امر" کے معنیٰ اور مفہوم کی چند مثالیں اور نمونے نہج البلاغہ سے ملاحظہ فرمائیں:

"فَلَمَّا نَھَضْتُ بِالْاَمْرِ نَکَثَتْ طَائِفَۃٌ وَمَرَقَتْ اُخْرٰی"

"امر" (خلافت) کے لیے جب میں نے قیام کیا تو ایک گروہ نے بیعت کو توڑ دیا اور

دوسرے منحرف ہو گئے۔"

(خطبہ نمبر ۳)

"وَقَدْ قَالَ لِیْ قَائِلٌ اِنَّکَ عَلٰی ھٰذَا "الْاَمْرِ" یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ لَحَرِیْصٌ ....."

"مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ اے ابن ابی طالبؑ آپ اس "امر" (خلافت) میں بہت حریص ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم تم کہیں زیادہ اس باب میں حریص ہو اور اس منصب سے دُور بھی جب کہ میں تمھارے مقابلے میں کہیں زیادہ حقدار ہوں۔ میں اپنا حق طلب کرتا ہوں اور تم میرے اور اس (حق) کے درمیان مانع ہو گئے ہو۔"

(خطبہ نمبر ۱۷۱)

"اِنَّ احق الناس بھذا الامر اقواھم علیہ واعلمھم بامر اللہ فیہ۔"

"امر (خلافت) کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو طاقت و قدرت رکھتا ہو اور امرِ خدا کا سب سے زیادہ اعلم ہو۔"
(خطبہ نمبر ۱۷۲)

"وَمتیٰ کنتم یامعاویة ساسة الرعیة وولاة امر الامة"

"اے معاویہ! یہ تو بتاؤ کہ تم کب سے رعایا کے رہبر اور امر (حکومت) امت کے والی بنے؟"
(مکتوب نمبر ۱۰)

"فلما مضیٰ صلی اللہ علیه وآله وسلم تنازع المسلمون الامرُ من بعده فواللہ ما کان یلقی فی روعی ولایخطر ببالی ان العرب تزعج ھٰذا

الامر من بعده صلی اللہ علیه وآله وسلم عن اهل بیته ولا انهم منحوه عنی من بعده"

"پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے تو مسلمانوں میں "امر" (حکومت) پر اختلاف ہوا، بخدا میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس "امر" (حکومت) کو اہلبیتؑ سے دور کر دیں گے بلکہ مجھے یقین تھا کہ اسے (امر کو) ہم سے دور نہیں کریں گے۔"
(مکتوب نمبر ۶۲)

مندرجہ بالا روایات اور خطبات و مکتوباتِ نہج البلاغہ سے واضح ہے کہ آغازِ بعثتِ پیغمبر اکرمؐ سے ہی مشرکین اور مسلمین و مومنین حتیٰ خود پیغمبرِ ختمی مرتبتؐ اور مولائے کائنات امیر المومنینؑ سب کے سب "امر" سے مراد سیادت و خلافت اور حکومت ہی لیتے تھے۔ خود قرآن میں بھی "امر" سے مراد حکومت ہے۔ جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت ۵۹ میں ارشاد ہوتا ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ "۔

" اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو اور
رسولؐ کی اور جو تم میں سے صاحبان 'امر'
(حکومت) ہوں ان کی اطاعت کرو۔"

امام حسین علیہ السلام کے خطبات اور ارشادات کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے اور یزید ابن معاویہ کے خلاف امامؑ کے قیام کے مقصد اور ہدف پر ایک گہری نظر ڈالی جائے تو بھی یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ آپ کے قیام کا مقصد بھی اس امر خلافت سے تعلق رکھتا تھا تاکہ وہ حکومت الٰہیہ کہ جس کی بنیاد پیغمبر ختمی مرتبتؐ ڈال کر گئے وہ غاصب اور نااہل ہاتھوں سے نکل کر اپنے صحیح اور اصل مرکز پر پلٹ آئے۔ چنانچہ لشکرِ حُر سے خطاب کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

" ونحن اهل بيت محمدؐ
اولیٰ بولاية هذا الامر
عليكم من هٰؤلاء المدعين
ما ليس لهم "۔

(مقتل حسینؑ از سید محسن الامین۔ ص ۸۱ اور
تاریخ طبری۔ جلد ۴۔ ص ۲۹۸)

" اس "امر" (یعنی اسلام کی قیادت و رہبری)

کے لیے ہم اہلبیت محمدؐ ان لوگوں سے زیادہ
سزاوار ہیں جو ایسی چیز کا دعویٰ کرتے ہیں کہ
جو ہرگز ان کے لیے نہیں ہے اور جو امت پر
ظلم اور جور کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔"

یہ اور اس کے علاوہ امامؑ کے دیگر خطبوں اور ارشادات سے واضح ہے کہ حضرتؑ کا قیام امرِ خلافت سے تعلق رکھتا تھا۔

اس کے علاوہ تاریخ شاہد ہے کہ اہل کوفہ نے ہزاروں خطوط جو امامؑ کو کوفہ بلانے کے لیے لکھے ان کا مجموعی متن بھی یہی تھا کہ:

" مولا! ہمارے لیے کوئی امام نہیں ہے۔ آپؑ
آئیے۔ ہم آپؑ کے ساتھ مل کر آپؑ کے دشمنوں
کے خلاف قیام کریں گے۔"

چنانچہ کوفہ کے لوگوں کا حضرتؑ کو امامت اور رہبری کے لیے بلانا اس بات کا شاہد ہے کہ انھوں نے امامؑ کو "امرِ" خلافت اور رہبری و سیادت کے لیے بلایا تھا۔

اہل کوفہ کی سستی، بزدلی، بے وفائی اور مکر و فریب کی وجہ سے یہ امرِ خلافت گو اپنے اصل مرکز اور صحیح ہاتھوں میں پلٹ تو نہ سکا لیکن تاریخ نے یہ ثابت کر دکھایا کہ جن لوگوں نے اپنی جانوں کے خوف سے یا اپنے ضمیروں کا سودا کر کے اس "امرِ خلافت" کا طاغوت کے ہاتھوں میں جانا قبول کر لیا انھوں نے اپنی چند روزہ زندگی، کہ جسے بہرحال فنا ہونا تھا، کو تو ضرور بچا لیا، لیکن دنیا کے آمروں کے ہاتھوں ایسے ذلیل ہوئے کہ آج تک نسل انسانی ان ڈکٹیٹروں اور آمروں کے شکنجے میں اسیر تلملا رہی ہے۔

امام حسینؑ اور ان کے جاں نثار رفقا اپنے پاک خون سے آنے والی انسانی نسلوں کے لیے اس زندہ و تابندہ حقیقت کو ہمیشہ کے لیے رقم کر گئے کہ :

"اُمرِ الٰہی کا حقیقی صاحبانِ اُمر اور الٰہی
نمائندوں کے ہاتھوں میں رہنا ہی
انسانیت کی فلاح و نجات اور سعادت
کا ضامن ہے ۔"

کون جانے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا کا یہ تاریخی جملہ کہ

"اے اہلِ کوفہ! تم ہمیشہ روتے رہو گے!"

اہلِ کوفہ کے حق میں صرف بددعا ہے یا بددعا سے زیادہ اس حقیقت کی طرف ایک واضح اشارہ کہ :

جب "امر" (خلافت) اپنے حقیقی صاحبِ
"امر" سے چھین لیا جانا گوارا کر لیا جائے
تو امت کے لیے رونا ہمیشہ کا مقدر بن
جاتا ہے ۔"

احیاءِ امر کے لیے

اہلبیت اطہارؑ کے اقدامات

بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کی ہر ممکن یہ کوشش رہی کہ کسی طرح واقعۂ کربلا دب جائے اور لوگ اس کی یاد بھلا دیں۔ اس لیے کہ یہی ان کی ناجائز اور غاصبانہ حکومتوں کے حق میں تھا اور اسی میں ان کی عافیت تھی ورنہ اس واقعہ کے ذکر کے ساتھ اس کے اسباب اور قیامِ امام حسینؑ کے ہدف اور مقصد کا لوگوں کے ذہنوں میں ابھرنا ایک لازمی بات تھی۔ چنانچہ ان حکومتوں نے اس واقعہ کو لوگوں کے ذہنوں سے محو کرنے کے لیے ہر ہتھکنڈہ استعمال کیا۔

ظاہر ہے کہ اس کے برخلاف ائمہ علیہم السلام کی ذمہ داری غاصب حکومتوں کی ان تمام چالوں کو ناکام بنانا تھا۔ لیکن جہاں اس واقعہ کو لوگوں کے ذہنوں میں تازہ اور ذکرِ امامِ مظلوم کو باقی اور قائم رکھنا ضروری تھا وہاں یہ بھی نہایت اہم اور ضروری تھا کہ اسے ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رکھا جائے۔

چنانچہ جس 'امر' کے حصول کے لیے امام حسین علیہ السلام نے قیام فرمایا تھا اس کے احیاء کے لیے مختلف حالات اور مختلف اوقات میں حکومتِ وقت کی عیارانہ اور مکارانہ چالوں کے پیشِ نظر اہلبیتِ اطہارؑ نے جس طرح اپنی جدوجہد کو جاری رکھا اس کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ان عظیم ہستیوں کی کاوشوں کا ایک مختصر سا جائزہ پیشِ خدمت ہے :

۱۔ ائمہ اطہار کے علوم و فضائل کو نشر کرنا

عبدالسلام بن صالح حروی امام رضا علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا :

" خدا اپنے اس بندہ پر رحم فرمائے گا جو ہمارے 'امر'
کا احیاء کرتا ہے ۔"

راوی نے دریافت کیا :

" مولا ! آپؑ کا 'امر' کیسے زندہ ہوتا ہے ؟!"

تو آپؑ نے جواب دیا :

" ہمارے علوم کو حاصل کرو اور لوگوں کو سکھاؤ یقیناً
جب لوگ ہمارے کلام کی خوبی کو دیکھیں گے
اور سمجھیں گے تو وہ ہماری اتباع کریں گے ۔"

(نقل از جامع احادیث شیعہ ۔ ج ۱ ۔ ص ۲۳۸)

-**********-

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

" ہمارے فضائل بیان کرو اور اس میں کوتاہی نہ کرو

خدا اس پر رحم فرمائے گا جو ہمارے امر کو زندہ کرے !"

(نقل از بحار الانوار ۔ جلد ۲ ۔ ص ۱۵۱)

****

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں :

" جب بھی تم کہیں جمع ہو، ہمارا ذکر کرو۔ یہ ہمارے
امر کو زندہ کرنے کے مترادف ہے۔ ہمارے بعد
سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو ہمارا ذکر کرتے ہیں
اور لوگوں کو ہمارے ذکر کی دعوت دیتے ہیں ۔"

(مقتل حسینؑ ۔ از عبدالرزاق مقرم ۔ ص ۹۹)

۲۔ اپنی دعاؤں اور مناجات کے پردے میں امام سجادؑ کا لوگوں کو احیاء امر ائمہ کیلیے دعوت دینا

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ کربلا کے خونیں سانحہ کے بعد لوگوں پر ایک مایوسی کا عالم طاری تھا ۔ ضمیر مُردہ ہوچکے تھے ۔ ہر شخص گوشۂ عافیت کی تلاش میں تھا ۔ اخلاقی پستی کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص صرف اپنی جان بچانا اور اپنی عافیت چاہتا تھا ۔ دوسروں کے حق کی پامالی کی اسے کوئی پرواہ نہ تھی ۔ چنانچہ اس پُرآشوب دور میں امت کو عقیدتی انحراف سے بچانے ، ان کے ضمیر کو جھنجھوڑنے اور ایک اہم مسئولیت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے امامؑ نے دعاؤں اور مناجات کا سہارا لیا اور ان دعاؤں اور مناجات کے کلمات ہی میں اس نکتہ کو لوگوں کے ذہنوں تک پہنچایا کہ :

" دیکھو میرے پدر بزرگوار نے جس مقصد کے لیے

قربانی دی ہے اسے فراموش نہ کردینا۔"

چنانچہ خدائے بزرگ وبرتر کے حضور مناجات کرتے ہوئے امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بارالہا! یہ مقام (خطبہ وامامت نماز جمعہ) تیرے جانشینوں اور برگزیدہ بندوں کے لیے تھا اور تیرے امانتداروں کا محل تھا در آنحالیکہ تو نے اس بلند منصب کے ساتھ انھیں مخصوص کیا تھا (غصب کرنے والوں نے) اسے چھین لیا۔ اور تو ہی روزِ ازل سے اس چیز کا مقدر کرنے والا ہے، نہ تیرا امر و فرمان مغلوب ہو سکتا ہے اور نہ تیری تدبیر۔ (قضا و قدر)"

(از صحیفۂ کاملہ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسین۔ ص ۲۱۹)

****

اسی حق امامت نماز جمعہ اور عیدین کے سلسلے میں عبداللہ ابن دینار نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"اے عبداللہ! مسلمانوں کی عید الاضحیٰ ہو یا عید فطر اس میں آلِ محمدؐ کا غم وحزن تازہ ہو جاتا ہے۔"

عبداللہ کہتے ہیں کہ:

"میں نے عرض کیا کہ۔ یہ کس لیے ——؟"

فرمایا:

"اس لیے کہ وہ اپنے حق کو اغیار کے ہاتھوں

میں دیکھتے ہیں۔"

(از صحیفۂ کاملہ۔ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسین۔ ص ۳۲۳)

دعائے روزِ عرفہ میں امام سجاد علیہ السلام یوں مناجات فرماتے ہیں:

"پروردگار! ان کے اہل بیت اطہارؑ پر رحمت نازل فرما جنھیں تو نے "امر" و دین و شریعت کے لیے منتخب فرمایا۔ اپنے علم کا خزینہ اور اپنے دین کا محافظ اور زمین میں اپنا خلیفہ وجانشین اور بندوں پر اپنی حجت بنایا۔"

(از صحیفۂ کاملہ۔ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسین۔ ص ۳۰۱)

امام سجادؑ اسی دعا میں محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیجتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

"بارِالہا! اس (اپنے ولی) کے ذریعے اپنی کتاب اور حدود واحکام اور اپنے رسولؐ کی روشوں کو قائم کر اور ان کے ذریعۂ ظالموں نے دین کے جن نشانات کو مٹا ڈالا ہے از سرِ نو زندہ کر دے اور ظلم وجور کے زنگ کو اپنی شریعت سے دور اور اپنی راہ کی دشواریوں کو برطرف کر دے۔"

(از صحیفۂ کاملہ۔ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسین۔ ص ۳۰۲)

۳۔ واقعۂ غدیر کو محفوظ رکھنا

تاریخ انسانی حادثات اور واقعات سے بھری پڑی ہے لیکن وقت گزرنے

کے ساتھ ساتھ یہ حادثات اور واقعات انسانی ذہنوں سے محو ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ذہنوں پر ان کا کوئی نقش بھی باقی نہیں رہ جاتا۔

وہ واقعات کہ جو تاریخ کے صفحوں پر منتقل ہوتے ہیں وہ بھی کبھی کبھی ان افراد کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہتے کہ جن پر اس واقعہ یا حادثہ کی بالواسطہ یا بلاواسطہ زد پڑتی ہو۔ کبھی یہ واقعات لوگوں کی بے توجہی کا شکار بن کر تاریخ کے صفحات پر ابھرنے کی بجائے تاریخ کے صفحات میں دفن ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ائمہ علیہم السلام کی بصیرت افروز نگاہیں تاریخ کے اس ستم اور مذاق سے خوب واقف تھیں۔ اسی لیے ان کی ہر ممکن کوشش یہ رہی کہ کم از کم ایسے واقعات کہ جن پر امت کے مستقبل کا انحصار اور دار و مدار ہو وہ دشمن کی دستبرد اور نادان دوستوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہیں۔

ایسے واقعات میں سے ایک واقعہ، واقعۂ غدیر خم ہے۔ جس کو زندہ رکھنے کے لیے ائمہ اطہارؑ نے ہر ممکن کوشش کی۔ اس سلسلہ میں تاریخ سے چند مثالیں ہدیۂ قارئین ہیں:

① ـــــ ۳۵ھ میں حجاز سے بصرہ جاتے ہوئے امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے رحبہ پر اپنے ہمراہیوں کو اکٹھا کیا اور ان کو قسم دے کر یہ کہا کہ غدیر خم میں انھوں نے جو کچھ دیکھا اور سنا ہے بے کم و کاست بیان کریں۔ چنانچہ ۳۰ افراد اٹھے اور انھوں نے غدیر خم کے واقعہ کو دہرایا۔ لیکن اس موقع پر تین افراد کہ جو غدیر خم میں موجود تھے اس واقعہ کی تصدیق کے لیے نہیں اٹھے تو امیر المومنینؑ نے ان پر نفرین کی اور ان کے حق میں بددعا فرمائی۔

(المراجعات - ص ۲۰۸)

واقعہ غدیر خم کے ۲۵ سال بعد حضرت علیؑ کا ان افراد سے کہ جو اس واقعہ کے وقت موجود تھے اس واقعہ کی تصدیق کروانا اور جن چشم دید گواہوں نے اسکی تصدیق سے اجتناب کیا ان پر آپ کا نفرین کرنا اس بات کا شاہد ہے کہ حضرت علیؑ اس واقعہ کو اس کی اہمیت کے پیش نظر زندہ رکھنا چاہتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ جس سے ملت کی آئندہ سعادت یا بدبختی وابستہ تھی۔

② ـــــ اسی طرح معاویہ کے دور میں امام حسینؑ نے عرفات کے میدان میں لوگوں کو جمع کیا اور لوگوں سے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے کے بعد حدیثِ غدیر خم کی تصدیق کروائی۔

③ ـــــ ائمہ اطہار علیہم السلام ۱۸ ذوالحجہ کو عید غدیر مناتے تھے اور اپنے گھروں میں اجتماع منعقد کرتے تھے اور لوگ انھیں تہنیت اور تبریک پیش کرتے تھے۔ ائمہ اطہارؑ لوگوں کو تشویق دلاتے تھے کہ لوگ ۱۸ ذی الحجہ کو حضرت علیؑ کے فضائل بیان کریں اور عبادات بجا لائیں۔

لیکن اسلام کے دشمنوں کی ناپاک کوششوں کی وجہ سے یوں اس آب و تاب کے ساتھ نہ منایا جا سکا کہ جس طرح اس اہم اور متبرک دن کو منایا جانا چاہیے تھا۔ اور بالآخر دشمنان علیؑ نے واقعہ غدیر کو ہمیشہ کے لیے محل اختلاف بنا دیا۔

جب حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید عبداللہ شیرازی قدس سرہ سے

سوال کیا گیا کہ :

" اب جبکہ عاشورہ محرم کا واقعہ گزرے ہوئے ایک طویل مدّت گزر چکی ہے اور اب جب نہ حسینؑ زندہ ہیں اور نہ یزید باقی ہے۔ آپ کیوں محرم کی مجالس پر اصرار کرتے ہیں ؟ "

تو آپ نے جواب دیا تھا کہ :

" اس لیے کہ کہیں واقعہ غدیرخم کی طرح واقعہ کربلا بھی تاریخ کے صفحات میں دفن ہو کر نہ رہ جائے اور لوگ اصل واقعہ ہی سے منکر ہو جائیں۔"

۴۔ واقعۂ کربلا کو زندہ رکھنا

غدیرخم کی طرح واقعہ کربلا بھی ایک عظیم حیثیت کا حامل تھا بلکہ اس واقعہ غدیرخم کے احیاء اور اس کو زندہ رکھنے ہی کے لیے کربلا کا واقعہ قربانی کا ایک عظیم باب ہے۔ اسی لیے ائمہ طاہرینؑ نے اپنے ماننے والوں کو کربلا کی یاد زندہ اور تازہ رکھنے کی تاکید فرمائی۔ جن کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

● غمِ حسینؑ کو ہر دم تازہ رکھنا

کبھی یہ ذواتِ مقدسہ اس عظیم مصیبت کو یاد کر کے خود روتیں اور دوسروں کو رلاتی تھیں۔ جیسا کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا اپنے خطبے میں فرماتی ہیں:

" کیا تم نے میرے بھائی کو قتل کر کے پیغمبرؐ کے جگر

کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا ؟ کیا تم نے پیغمبرؐ کے خاندان کو گھر سے نکال کر اسیر نہیں کیا ——— ؟ "

امام سجاد علیہ السلام گاہے بگاہے لوگوں کی توجہ اس عظیم مصیبت کی طرف دلاتے ہیں :

کبھی راہ چلتے ہوئے قصاب کی دکان پر رُکتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں : ———

" کیا اس جانور کو جسے تم نے ذبح کیا ہے پانی پلایا تھا ——— ؟ "

پھر کربلا کی طرف رُخ کر کے زار زار روتے ہیں اور فرماتے ہیں :

" قصاب اپنے گوسفند و جانور کو ذبح کرنے سے قبل پانی پلاتے ہیں۔ لیکن ہائے ! میرے مظلوم پدر بزرگوار کو پیاسا شہید کر دیا گیا۔"

کبھی جب اس چوتھے امامؑ کے سامنے کھانا آتا ہے تو اس کی طرف دیکھ کر یوں گریہ کرتے ہیں :

" ہائے میرے مظلوم باپ کو بھوکا اور پیاسا شہید کیا گیا اور میں کھانا کھاؤں اور پانی پیوں۔ لوگو ! یہ انصاف نہیں ہے۔ "

● غمِ حسینؑ کی تشویق و تاکید

ائمہ اطہارؑ امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر رونے اور آنسو

بہانے کے بے انتہا اجر و ثواب کو بیان کر کے لوگوں کو اس جانکاہ سانحہ پر مجلسیں برپا کرنے اور گریہ کرنے کی تشویق دلاتے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام ابو عمارہ سے فرماتے ہیں:

"جو شخص امام حسین علیہ السلام کے غم میں پچاس۵۰ آدمیوں کو رُلائے تو اس کے لیے جنّت ہے۔ اگر چالیس۴۰ آدمیوں کو رُلائے تب بھی اس کے لیے جنّت واجب ہے، اگر تیس۳۰ آدمیوں کو رُلائے تب بھی اس پر جنّت واجب ہے، اگر بیس۲۰ آدمیوں کو رُلائے تب بھی اس کے لیے جنّت ہے، دس۱۰ آدمیوں کو رُلائے تب بھی اس کے لیے جنّت ہے اور اگر ایک آدمی کو رُلائے تب بھی۔ یہاں تک کہ اگر تنہا خود روئے یا رونے کی صورت اختیار کرے تو بھی وہ جنّت کا مستحق ہے۔"

(مقتل حسین از عبدالرزاق مقرم۔ ص: ۵۹)

اس روایت میں بظاہر ایک بڑا فرق نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ پچاس آدمیوں کو رُلانے والا بظاہر زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے اس شخص کے مقابلے میں جو صرف ایک آدمی کو رُلائے۔

یہ امر بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ معصوم کی کسی روایت میں کسی تضاد کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ ایک آدمی کو رلانے کا اجر و

ثواب، پچاس آدمیوں کو رُلانے کے ثواب کے برابر ہونا کسی خاص شرط کے ساتھ مشروط ہے۔

اور وہ شرط لازمًا معرفتِ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رُلانے کی شرط ہے۔ ورنہ اس کی کوئی دوسری توجیہ ممکن ہی نہیں۔

درحقیقت معصومؑ اپنی اس روایت میں اس شخص کی قدر و منزلت بیان کرنا چاہتے ہیں جو امام حسینؑ کی معرفت لوگوں کے دل و دماغ میں اجاگر کرکے امامؑ کے ھدف و مشن سے لوگوں کو متاثر کرسکے چاہے وہ ایک ہی فرد ہو۔

علی ابن حسن فضال، امام رضا علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں:

"جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے کہ جس میں ہمارے امر کا احیا ہو تو قیامت کے دن اس کا دل زندہ ہوگا جب کہ اس دن ہر دل مُردہ ہوگا۔"

(نقل از بحار الانوار۔ جلد اوّل۔ ص: ۱۹۹)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا رحم فرمائے گا اس بندے پر جو دوسروں کے ساتھ جمع ہو اور ہمارے امر کے بارے میں گفتگو کرے، جب دو ایسے افراد جمع ہو کر بیٹھتے ہیں تو اس محفل میں تیسری ہستی ایک فرشتہ کی ہوتی ہے جو ان کے لیے استغفار کرتا ہے اور جب دو شخص اکٹھا ہو کر بیٹھتے ہیں اور ہمارا ذکر کرتے ہیں تو خداوند عالم ان دو شخصوں کے بارے میں فخر و مباہات فرماتا ہے۔"

(مقتل حسین از عبدالرزاق مقرم۔ ص: ۹۹)

امامؑ کی مصیبت پر مرثیہ کہنے والوں کی حوصلہ افزائی

امام صادق علیہ السلام کے دور اور اس کے بعد کے ادوار میں بھی، قصیدہ انشاد کرنے والوں اور امامؑ کی مصیبت پر مرثیہ کہنے والوں کی خاص حوصلہ افزائی فرمائی جاتی تھی تاکہ امر ائمہ زندہ رہے۔

چنانچہ امام رضا علیہ السلام کمیت اسدی سے فرماتے ہیں:

"جب تک اپنے اشعار سے تم ہماری (ہمارے امر کی) تائید کرتے رہو گے خداوند عالم روح القدس کے ذریعہ تمہاری مدد کرتا رہے گا۔"

(مقتل حسینؑ از عبدالرزاق مقرم۔ ص: ۱۲۰)

کمیت بن اسدی اپنے آقا ساعد کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے اپنے اشعار میمیہ کو امامؑ کی خدمت میں پڑھا۔ امامؑ نے سخت گریہ کیا اور فرمایا:

"اگر ہمارے پاس مال ہوتا تو ہم تم کو دیتے البتہ ہم تمہارے حق میں وہی دعا دہراتے ہیں جو رسول اللہ صلعم نے حسان بن ثابتؓ کے لیے فرمائی تھی کہ

لے جیسا کہ خزانۃ الادب میں لکھا ہے۔ کمیت فقیہ، حافظ قرآن اور سخی تھے۔ محب اہل بیتؑ تھے۔ انھوں نے پانچ ہزار سے زیادہ اشعار اہلبیتؑ کی شان میں کہے۔ کوفہ کے گورنر نے ان کو شہید کیا۔

جب تک تم ہمارا دفاع کرتے رہو گے خداوند عالم ہمیشہ روح القدس کے ذریعہ تمہاری تائید فرماتا رہے گا۔"

اس کے بعد امامؑ نے ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا:

"خداوندا! کمیت کو بخش دے۔"

امالی صدوق میں ہے کہ ابو عمارہ سے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"میرے جد کی شان میں ابدی کا شعر پڑھو۔"

جب شعر پڑھا گیا تو امامؑ نے سخت گریہ کیا یہانتک کہ امامؑ کے گھر سے رونے کی صدا بلند ہوئی۔

ان شعراء میں سے کہ جن کے حق میں معصومؑ نے دعا فرمائی ہے ایک شاعر دعبل خزاعی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امامؑ کو میں نے حزن و غم کی حالت میں بیٹھے دیکھا اور دیکھا کہ اصحاب امامؑ کے گرد بیٹھے ہیں۔ امامؑ نے جب مجھے دیکھا تو مجھے اپنے نزدیک بٹھایا اور فرمایا کہ:

"مرحبا! خدا تمھیں خوش رکھے۔ تم اپنے ہاتھ اور زبان سے ہمارے معین و مددگار ہو۔ اے دعبل! یہ ایام ہمارے لیے مصیبت و غم کے ایام ہیں اور ہمارے دشمنوں کے لیے سرور و شادمانی کے دن ہیں۔ اے دعبل! جو ہماری

مصیبت پر روئے اور رُلائے گا اس کا اجر
خداوندِ عالم کے ذمہ ہے۔"

یہ کہہ کر امامؑ اٹھ کر اندر گھر میں تشریف لے گئے۔ اہلبیتؑ کے لیے پردہ کا اہتمام فرمایا اور مجھ سے شعر کہنے کی فرمائش کی۔

ایک اور مقام پر امام رضاؑ دعبل خزاعی سے فرماتے ہیں:
"تم ہمارے ناصر و مددگار ہو۔ امام حسینؑ کے حق میں
مرثیہ کہو اور ہماری نصرت میں کوتاہی نہ برتو۔"

(مجالس السنیہ ج ۱ از سید محسن الامین ص: ۳۸)

کتاب کامل میں ہارون مکفوف سے منقول ہے کہ ہم امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امامؑ نے شعر پڑھنے کی فرمائش کی۔ جب میں نے شعر پڑھا تو امامؑ نے فرمایا کہ:

"اس طرح نہیں بلکہ جس طرح لحن میں تم ہمارے
پدرِ بزرگوار کے روضہ پر شعر پڑھتے ہو اسی
طرح پڑھو۔"

چنانچہ جب میں نے شعر پڑھا تو امامؑ بار بار اس شعر کو پڑھنے کی تاکید فرماتے۔ یہاں تک کہ گھر کے اندر سے رونے کی صدا بلند ہوئی، آخر میں امامؑ نے فرمایا:

"جو شخص امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر
شعر پڑھے گا اور دس آدمیوں کو رلائے گا
تو جنّت اس کے لیے واجب ہے یہانتک کہ

اگر وہ خود تنہا بھی روئے تو جنّت اس کے
لیے واجب ہے۔"

شاعرِ اہلبیتؑ کمیت اسدی سے مخاطب ہو کر امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

"اے کمیت! ہم تمھارے اشعار کا اجر و ثواب
دینے سے قاصر ہیں۔"

تو کمیت نے عرض کی:

"مولا! آپؑ تو مجھ پر بس اتنا احسان فرمائیں
کہ اپنے جسمِ اطہر سے مس شدہ لباس بطورِ تبرک
مجھے مرحمت فرما دیں۔"

امام محمد باقر علیہ السلام نے کمیت سے ایک مرتبہ فرمائش کی کہ وہ شعر کہیں۔ کمیت نے امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر شعر کہا تو امامؑ نے کمیت کو ایک ہزار دینار اور ایک لباس عطا فرمایا۔

کمیت نے عرض کی:

"مولا! خدا کی قسم! میں نے دنیاوی فائدہ کی
خاطر امام مظلومؑ کی مصیبت پر شعر نہیں کہا۔
اگر میں دنیا چاہتا تو ان دنیاداروں کے پاس
جاتا کہ جن کے ہاتھوں میں آج دنیا ہے۔ میں
نے تو آخرت کے اجر کے پیشِ نظر آپؑ کی
فرمائش کی تعمیل میں شعر کہا۔"

اور یہ کہہ کر کمیت نے رقم تو امام علیہ السلام کی خدمت میں
واپس کردی البتہ لباس کو تبرک کے طور پر قبول کرلیا۔

امامؑ نے کمیت کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا:

"اے کمیت! جب تک تم اپنی زبان سے ہماری
نصرت کرتے رہوگے خداوند عالم روح القدس
کے ذریعہ تمھاری تائید فرماتا رہے گا۔"

● مختلف ایام میں
زیارتِ امام حسینؑ کی تاکید وسفارش

روایات میں زیارتِ امام حسین علیہ السلام کی بے انتہا تاکید و سفارش فرمائی گئی ہے اور یہ زیارت صرف یوم عاشورہ اور یوم اربعین ابی عبداللہ الحسینؑ سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ ان ایام میں بھی کہ جو بظاہر کسی طور پر بھی امام حسینؑ سے مربوط نظر نہیں آتے ان دنوں میں بھی امامؑ کی زیارت کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

مثلاً:

پہلی رجب اور نیمۂ رجب دونوں میں زیارتِ امام حسین علیہ السلام کی خاص طور پر تاکید وارد ہوئی ہے۔

۱۵ شعبان کہ جو یوم ولادت حضرت حجۃ ابن الحسن عجؑ ہے اور امام زمانہ عجؑ سے منسوب ہے۔ اس روز بھی زیارتِ ابی عبداللہ الحسینؑ کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

انیس۱۹، اکیس۲۱ اور تیئس۲۳ رمضان المبارک کہ جو

نزول قرآن سے مربوط تاریخیں ہیں اور شب ہائے قدر ہیں ان میں بھی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے۔

عید کی شب اور عید کا دن کہ جو یوم اللہ ہے اور مسلمانوں کے لیے مسرت و شادمانی کا دن ہے اس روز بھی معصومین علیہم السلام نے زیارت امام حسین علیہ السلام بجا لانے کی تاکید فرمائی ہے۔

شب عرفہ اور روز عرفہ کہ جو گریہ وزاری کے ساتھ طلب مغفرت کا دن ہے اس دن بھی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی خاص طور پر تاکید فرمائی گئی ہے۔

روز عید الاضحیٰ کہ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے مربوط ہے کہ اس دن فرزندان توحید، سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے منیٰ اور دنیا کے ہر ہر کونہ میں قربانی پیش کرتے ہیں۔ اس روز بھی امام حسین علیہ السلام کی خاص زیارت وارد ہوئی ہے۔

زیارتِ امام حسین علیہ السلام کے اجر وثواب کو بیان کرتے ہوئے معصومؑ فرماتے ہیں:

"جس نے امام حسین علیہ السلام کی زیارت
کی گویا اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی۔"

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ثواب
ایک حج کے ثواب کے برابر ہے، بلکہ ایک
حج وعمرے کے ثواب کے برابر ہے۔ نہ صرف

ایک حج ایک عمرے بلکہ دس حج کا ثواب
بلکہ بیس حج اور بیس عمروں کا ثواب بلکہ
اس سے بھی افضل ہے۔"

فرماتے ہیں :

"زیارت امام حسین علیہ السلام کا ثواب تیس
حج، پچاس حج، ستر حج و عمرے، اسی حج،
نوے حج، سو حج اور سو عمرے، ہزار حج
اور ہزار عمرے، دو ہزار حج اور دو ہزار عمرے،
حضرت ولی عصرؑ کی ہمرکابی میں ایک لاکھ حج اور
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی دیگر ائمہ
علیہم السلام کے ہمراہ ایک لاکھ حج کے ثواب
کے برابر ہے۔"

یہاں تک کہ معصومؑ فرماتے ہیں :

"امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے ثواب
اور اجر کا حساب لگانا انسان کی عقل سے باہر
ہے۔ صرف خداوند متعال کی ذات ہی اس
اجر و ثواب کا حساب لگا سکتی ہے۔"

ارباب فکر و نظر، صاحبان علم و دانش اور اہل بصیرت ایک لمحہ کے لیے ذرا غور کریں کہ ائمہ معصومینؑ کی طرف سے زیارت امام حسینؑ کی اس انداز سے ترغیب و تشویق، اس کی فضیلت اور اجر و ثواب کو اس حد تک بیان کرنا کہ جس کا حساب انسانی طاقت سے باہر ہو کیا معاذ اللہ مبالغہ ہے؟

کیا ائمہ علیہم السلام کے بیانات خدانخواستہ تضاد کا شکار ہیں ــــــــ ؟

کیا ان مقدس ہستیوں سے مبالغہ آمیزی اور تضاد گوئی کا کوئی شخص ایک لمحہ کے لیے بھی تصور کر سکتا ہے ــــــ ؟؟؟

صاحبان بصیرت کے لیے دعوت فکر

صاحبان بصیرت سوچیں کہ :

ائمہ اطہارؑ کہ جو فضیلت اور مرتبہ میں سب ایک جیسی ہستیاں ہیں یہ صرف امام حسینؑ کی زیارت ہی کی کیوں تاکید و سفارش فرماتی ہیں ــــــ ؟

آخر صرف روضۂ حسینؑ کو کیوں صاحبان اہلبیت کے لیے مرکز قرار دیا گیا ــــــ ؟

یہ ایام کہ ان میں سے کوئی نزول قرآن کی مناسبت سے، اور قرآن سے اور پیغمبر اکرمؐ کہ جن کے قلب مطہر پر قرآن نازل ہوا خود آپؐ کی ذات گرامی سے مربوط ہے۔ کوئی یوم، یوم اللہ ہے جیسے کہ یوم عید الفطر۔
کوئی دن خلیل اللہ سے ربط رکھتا ہے جیسے کہ عید الاضحیٰ۔ لیکن ان تمام ایام میں بھی کہ جو بظاہر امام حسینؑ سے مربوط نظر نہیں آتے آخر اس بات کی تاکید اور اصرار کیوں ہے کہ
ان ایام میں بھی زیارت امام حسینؑ کو فراموش نہ کیا جائے۔
آخر کیوں ــــــ ؟؟؟

پھر دوسری طرف ہم استعماری اور استکباری طاقتوں اور حکومتوں کا رویہ دیکھتے ہیں کہ اس کے برعکس کہیں وہ قبر حسینؑ کو مٹانے پر تُلے ہوئے ہیں اور کہیں ذکر حسینؑ کو۔

چنانچہ خلیفہ عباسی منصور دوانیقی سب سے پہلا شخص تھا کہ جس نے امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر پر ظلم ڈھایا۔

دوسرا عباسی خلیفہ ہارون الرشید تھا کہ جس نے اس قبر کو برباد کیا اور زائرین کو قبر امام حسین علیہ السلام پر جانے سے روکا۔

تیسرا ظالم متوکل عباسی تھا کہ جس نے قبر مطہر پر ہل چلایا اور زائرین امام مظلومؑ پر وہ ستم ڈھائے کہ جس سے تاریخ کے اوراق سیاہ ہیں۔

اور چوتھا شخص عبدالعزیز ابن محمد ابن آل سعود تھا کہ جس نے سنہ ۱۲۰۶ھ میں قبر مطہر امام مظلومؑ کی طرف دستِ خیانت دراز کیا اور جس کی اولاد آل سعود اور اس کے گماشتے آج بھی ذکر حسینؑ کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں اور حسینؑ کے نام لیواؤں پر ظلم و ستم ڈھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔

ذرا سوچیے کہ :

ان ذواتِ مقدسہ کی قبروں سے کہ جنھیں دنیا سے گزرے ہوئے ایک عرصہ گزر چکا، ان حکومتوں کو کیا خطرہ تھا ——

اور کیا خطرہ ہے ——؟

ہر حکومت اپنی بقا و دوام کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ اپنے عوام کو جہاں تک ہو سکے خوش رکھے اور ان کی ناراضگی کا خطرہ مول نہ لے۔ مبادا کہ لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

لیکن اس کے برخلاف،

وقت کی حکومتیں یہ خطرہ مول لیتی ہیں اور زائرین حسینؑ پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتی ہیں ——

آخر کیوں ——؟

کیا انھیں ان قبروں سے کوئی خطرہ ہے ؟

کیا ان قبروں کے بے بس اور مجبور زائرین سے کوئی خطرہ ہے کہ جن پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں ——؟

یا پھر ——

اس زیارت حسینؑ میں اور زیارت کے کلمات میں ——

کوئی پیغام پوشیدہ ہے ——

کہ جو صاحبان فکر و شعور میں تحرک کا سبب اور ظلم، ظالمؑ جابر اور استعمار و استکبار کی موت کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے ؟؟؟

● زیارتِ امام حسینؑ کے معنی خیز کلمات اور ان میں پنہاں پیغام !

الف: حسین وارثِ انبیاء ہیں

زیارت کے کلمات ان جملوں سے شروع ہوتے ہیں :

" اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ اٰدَمَ صِفْوَةِ اللهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

يَا وَارِثَ نُوحٍ نَبِيِّ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ مُوسَىٰ كَلِيمِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ عِيسَىٰ رُوحِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِيبِ اللهِ ... "

یعنی ــــ" سلام ہو آپ پر اے حسینؑ کہ جو حضرت آدم صفی اللہ سے لیکر خاتم الانبیاءؐ تک تمام نبیوں کے وارث ہیں۔"

ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ جب بھی ہم کوئی مراسم عبادت بجا لاتے ہیں تو جو کچھ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کبھی اس پر غور کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جو کچھ کہہ رہے ہوتے ہیں ان کے معنوں سے بھی آشنا نہیں ہوتے۔

نتیجتاً ہماری یہ عبادت، کچھ لفظوں کی مسلسل تکرار کی ایک رسم کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اور ہمارے اذہان ان کلمات کے معنی، ان میں پنہاں فلسفہ اور ان کی روح سے بے خبر رہتے ہیں۔

یہی کچھ زیارتِ امام حسینؑ کے کلمات کو دہراتے ہوئے ہوتا ہے۔

آیئے!

ایک لمحہ کے لیے ہم زیارت کے ان کلمات پر غور کریں کہ جن میں ہم امامؑ کو تمام انبیاء کا وارث قرار دیتے ہیں اور ذرا سوچیں کہ ان برگزیدہ انبیاء کی وہ کون سی ارث اور وراثت ہے کہ امامؑ جس کے وارث ہیں!

آیا وہ کوئی دنیاوی دولت ہے ـــــ؟

یا ـــــ

سونے چاندی کے ذخائر ہیں ـــــ؟

یا کوئی جائیداد ہے ؟

اگر نہیں تو ماننا پڑے گا کہ ـــــــــــ

انبیاء علیہم السلام کی ارث و وراثت وہ ھدف اور الٰہی مشن ہے کہ جس کی تکمیل کے لیے خداوند عالم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو بھیجا اور حسینؑ اسی ہدف اور الٰہی مشن کے وارث اور علمبردار ہیں اور وہ ھدف اور مشن، الٰہی نمائندوں کے ہاتھوں زمین پر قانون الٰہی اور حکومت الٰہی کا نفاذ ہے۔

ب: کلماتِ زیارت سے حسینؑ کا تعارف

زیارت کے اگلے جملے یوں ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَىٰ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ عَلِيٍّ

اِلْمُرْتَضٰى ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
يَابْنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ ، اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ يَابْنَ خَدِيْجَةَ الْكُبْرٰى .

زائر جب ان کلمات کو دہراتا ہے تو ذرا سوچیے کہ وہ کس کو مخاطب کرکے یہ سلام پیش کر رہا ہے ؟

یہ کوئی معمولی ہستی نہیں ہے ——
یہ حسینؑ اس عظیم پیغمبرؐ کا فرزند ہے ،
کہ جو ——
انسانوں کے ہاتھوں اسیر انسانوں کو طاغوتی شکنجوں سے نجات دلانے کے لیے آیا تھا۔ انسانیت تاقیامِ قیامت اس نجات دہندہ پیغمبرؐ کی ممنونِ منت ہے۔

یہ حسینؑ ، جگر گوشۂ علیؑ اور دلبندِ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہے۔
اس کی رگوں میں شیرِ فاطمہ سلام اللہ علیہا اور خونِ علیؑ ہے۔ یہ علیؑ کی شجاعت اور فاطمہؑ کی عصمت کا وارث ہے۔

یہ حسینؑ پیغمبرؐ کی اس زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی کمائی ہے کہ ،
جس نے اپنی ساری دولت ——
اللہ کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر ، اپنے الٰہی مشن کو پورا کرنے کے لیے ڈھیر کر دی۔

ج : زیارت کے ذریعہ ایک اہم ذمہ داری کے احساس کو بیدار کرنا

زیارت کا جملہ ہے :

" اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ
وَاٰتَيْتَ الزَّكٰوةَ وَاَمَرْتَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَيْتَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَاَطَعْتَ اللهَ وَ
رَسُوْلَهٗ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ "

دنیا والو!
یہ جان لو کہ یہ عظیم ہستی خدانخواستہ اسلامی حکومت کا باغی کوئی شخص نہیں ہے کہ جس نے معاذ اللہ خلافتِ مسلمین کے خلاف خروج کیا ہو ——

نہیں ، ہرگز نہیں ——
بلکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ——
حسینؑ وہ مقدس ذات ہے کہ جس نے نہ صرف نماز ادا کی اور زکوٰۃ دی بلکہ اپنا اور اپنے اعزا کا سر کٹا کر اور اپنا بھرا گھر لٹا کر اللہ کی نماز کو قائم کیا۔ یہ وہ ذات ہے کہ جس نے امر بالمعروف نہی عن المنکر

میں ایک لمحہ کے لیے بھی کبھی کوتاہی نہیں کی اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں اس حد تک بڑھ گیا کہ یقین اور نفس مطمئنہ کی منزل پر فائز ہو گیا۔

یہ حسینؑ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ یہ اس پاک خانوادہ کا فرد ہے کہ جس کے لیے گواہی دی جاتی ہے:

"اَشْهَدُ اَنَّكَ كُنْتَ نُوْرًا
فِي الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ
وَالْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ لَمْ
تُنَجِّسْكَ الْجَاهِلِيَّةُ
بِاَنْجَاسِهَا وَلَمْ تُلْبِسْكَ
مِنْ مُدْلَهِمَّاتِ ثِيَابِهَا۔"

"اے حسینؑ تیرا نور وہ پاکیزہ نور ہے جو تیرے بزرگوں کے پاک و طاہر صُلب اور رحموں میں رہا جہاں جہالت کی نجاست کا گزر ممکن ہی نہیں ہے۔"

زیارت حسینؑ میں شہادت دی جاتی ہے:

اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ دَعَائِمِ الدِّيْنِ

وَاَرْكَانِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ
اَشْهَدُ اَنَّكَ الْاِمَامُ الْبَرُّ
التَّقِيُّ الرَّضِيُّ الزَّكِيُّ الْهَادِي
الْمَهْدِيُّ وَاَشْهَدُ اَنَّ
الْاَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِكَ كَلِمَةُ
التَّقْوٰى وَاَعْلَامُ الْهُدٰى
وَالْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى وَالْحُجَّةُ
عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا۔"

اے حسینؑ!
دنیا نے آپؑ کو نہیں پہچانا اور آپؑ کی قدر نہیں کی۔
لیکن اے حسینؑ!
میں جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ ————
آپؑ کوئی معمولی ہستی نہیں ہیں۔
آپؑ تو دین کا ستون ہیں (یعنی آپؑ کے قتل کا مجرم
وہ ہے کہ جس نے دین کو ڈھا دیا)
اے حسینؑ! آپؑ کی حیثیت دین کے رکن جیسی ہے۔ آپؑ

امامِ مقدس، منتخبِ روزگار فرد ہیں۔
آپؑ ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔
آپؑ اور آپؑ کی نسل سے تمام ائمہ معصومینؑ نہ صرف صاحبِ تقویٰ بلکہ روحِ تقویٰ، نشانِ ہدایت اور دین کی مضبوط رسی ہیں اور اہلِ دنیا پر خدا کی حجت ہیں۔

د: امامؑ سے اپنی محبت اور ایمانِ قلبی کا اعلان

امام سے اس کامل عرفان اور معرفت کے بعد زائر، اللہ، اس کے ملائکہ، انبیاء اور رسولوں کو گواہ بنا کر اپنی محبت اور ایمانِ قلبی کا اعلان ان لفظوں میں کرتا ہے:

"اُشْهِدُ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ وَ
اَنْبِيَائَهُ وَرُسُلَهُ اَنِّيْ بِكُمْ
مُؤْمِنٌ وَبِاِيَابِكُمْ مُوْقِنٌ
بِشَرَائِعِ دِيْنِيْ وَخَوَاتِيْمِ
عَمَلِيْ وَقَلْبِيْ بِقَلْبِكُمْ وَاَمْرِيْ
لِاَمْرِكُمْ مُتَّبِعٌ"

اے حسینؑ! میں آپؑ پر اور آپؑ کی رجعت پر تہ دل سے ایمان

رکھتا ہوں اور آپؑ کی شریعت اور الٰہی دین پر بھی یقین کامل رکھتا ہوں۔
اور اپنے اعمال کے انجام اور جواب دہی پر بھی۔
اے حسینؑ!
میں اپنے دل کی گہرائیوں کے ساتھ آپؑ کا محب اور آپؑ کے احکامات کا فرمانبردار ہوں۔

زیارتِ عاشورہ میں ہے:

"وَاَتَقَرَّبُ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ اِلَيْكُمْ
بِمُوَالَاتِكُمْ وَمُوَالَاةِ وَلِيِّكُمْ
بِالْبَرَآئَةِ مِنْ اَعْدَائِكُمْ
وَالنَّاصِبِيْنَ لَكُمُ الْحَرْبَ
وَبِالْبَرَآئَةِ مِنْ اَشْيَاعِهِمْ
وَاَوْلِيَآئِهِمْ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ
اِنِّيْ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ
وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ وَوَلِيٌّ
لِمَنْ وَالَاكُمْ وَعَدُوٌّ

لِمَنْ عَادَاكُمْ ۔"

اور اللہ اور آپؑ کی خوشنودی اور قربت چاہتا ہوں اور پھر آپ حضرات کی محبت کے وسیلے اور آپؑ کے دوستوں کی محبت کے توسط سے اور آپؑ کے دشمنوں اور مخالفوں اور ان کے تابعین اور ساتھیوں سے بیزاری کے ساتھ میں ان لوگوں کا حامی ہوں جو آپؑ کے حامی ہیں اور ان کا مخالف ہوں جو آپؑ کے مخالف ہیں۔

اے اباعبداللہ!

میں دوست ہوں ان کا جو دوست ہیں آپؑ کے اور دشمن ہوں ان کا جو آپؑ سے دشمنی رکھتے ہیں ۔"

یعنی زائر ان کلمات میں دشمنانِ امامؑ سے نفرت و بیزاری کے ساتھ ایک طرف ولایت قلبی کا اظہار اور اعلان کرتا ہے کہ

اے حسینؑ!

خدا کی رضا اور قربت کے ساتھ بلکہ اسی رضا کے لیے میں آپؑ کی خوشنودی اور قربت کا متمنی ہوں۔

اے حسینؑ!

ہم آپؑ سے ولایت رکھتے ہیں ——— اور ولایت رکھتے ہیں اس سے بھی کہ جو آپؑ سے ولایت رکھتا ہے۔

اور دوسری طرف امامؑ سے ولایتِ عمل کے عہد کا اعلان ہے کہ:

اے حسینؑ! ہمارا عمل آپؑ کے عمل کے تابع ہے۔

اے حسینؑ! ہمارا اعلانِ جنگ ہے اس کے ساتھ کہ جو

آپؑ سے جنگ کرتا ہے۔

اے حسینؑ! ہماری مدد و نصرت ہر لمحہ اور ہر آن آپؑ کے ساتھ ہے۔

زیارت کے کلمات میں جن گروہوں سے نفرت اور بیزاری کا اعلان کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

قاتلانِ حسین علیہ السلام

چنانچہ۔ زیارت کا جملہ ہے:

فَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً قَتَلَتْكَ
وَظَلَمَتْكَ "

اِنیانِ ظلم

یعنی وہ لوگ جنھوں نے آپ پر ظلم کرنے کی بنیاد ڈالی چنانچہ زیارت کا فقرہ ہے:

" فَمَنْ اَسَّسَ اَسَاسَ الظُّلْمِ وَالْجَوْرِ
عَلَيْكُمْ وَاَبْرَءُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ
مِمَّنْ اَسَّسَ اَسَاسَ ذٰلِكَ وَبَنٰى
عَلَيْهِ بُنْيَانَهٗ ۔"

MAMODALY ALIBAY SONDARJEE
Marchandises Generales
Quincailleries
TSARALALANA-ANTANANARIVO

SOMASOC
ANTANANARIVO
(MADAGASCAR)

ہماری مطبوعات

درسِ قرآن
مکتبِ تشیع اور قرآن
اسرارِ نہج البلاغہ
نہج البلاغہ سے چند منتخب نصیحتیں
مذہبِ اہلِ بیتؑ
شیعیت کا آغاز کب اور کیسے
فلسفۂ امامت
اہلِ بیتؑ آیتِ تطہیر کی روشنی میں
ائمہ سیریز (مکمل سیٹ)
سوانح حیات حضرت فاطمۃ الزہراؑ
اہلِ بیتؑ کی زندگی، مقاصد کی ہم آہنگی، زمانہ کی نیرنگی
مثالی عزاداری کیسے منائیں؟
آمریت کے خلاف ائمۂ طاہرینؑ کی جدوجہد
صدائے حضرتِ سجادؑ
سوانح حیات حضرت امام حسینؑ
تفسیرِ سیاسی قیامِ امام حسینؑ
ائمۂ معصومینؑ کی سیاسی زندگی کا تحقیقی جائزہ
فلسفۂ عزاداری و قیامِ امام حسینؑ
اثباتِ وجودِ خدا
۲۰ جواب
آسان عقائد (دو جلدیں)
تعلیمِ دین سادہ زبان میں (دو جلدیں)
حسینؑ شناسی
انقلابِ حسینؑ پر محققانہ نظر
فکرِ حسینؑ کی الف ب

تفسیرِ عاشورا
عزاداری کیوں؟
عاشورا اور خواتین
پیامِ شہیداں
ہمارا پیام
آزمائش
درسِ انقلاب
اسلامی تحریک قرآن و سنت کی روشنی میں
شناختِ استکبار
عوامی حکومت یا ولایتِ فقیہ
کتاب المومن
خاندان کا اخلاق
ازدواج در اسلام
اسلام میں خواتین کے حقوق
آسان مسائل
عورت پردے کی آغوش میں
اسلامی اتحاد، مسلکِ اہلِ بیتؑ کی روشنی میں
مادیت و کمیونزم
خاک پر سجدہ، مقصد، اہمیت، حقیقت
عظیم لوگوں کی کامیابی کے راز
انسان کے کمال میں اخلاق کا کردار
دعائے افتتاح
دعائے ندبہ
زیارتِ جامعہ
نظامِ مرجعیت شہیدین کی نظر میں

ہم حیات وقیام اور عزائے امام حسینؑ کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟